بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

خلیجی صورتِ حالات کے بالائے سطح نمایاں حقائق کو ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ اب چونکہ اس طوفانِ محشر خیز کے زیرِ سطح کے بھنور اور نہنگ واضح طور پر دکھائی دے رہے ہیں، اس لیے ان کو بھی نگاہوں کی زد میں رکھنا چاہیے۔

مگر اس سے پہلے آپ میری پیش بینی کا اندازہ اُس مضمون سے لگائیں جو عین امریکی حملہ کی ڈیڈ لائن کے روز لاہور کے روزنامہ پاکستان میں "خبردار امریکہ!" کے عنوان سے چھپا۔ اس کے دو تین اقتباس :۔

"—— امریکہ کے خداوندانِ سیاست کو آگے بڑھنے سے پہلے میں یہ اطلاع دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بڑائی اور قوت کی پتنگ جب اُڑتے اُڑتے کبر کی بلندیوں تک پہنچ جاتی ہے تو تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ نوامیسِ الٰہیہ کے تحت اس کی ڈور کٹ جاتی ہے"۔

"—— امریکہ کے سامنے (روسی سپر پاور) ایک پہاڑ کا پہاڑ دیکھتے دیکھتے راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ اس واقعہ کو بچشمِ خود دیکھنے کے بعد امریکہ کو ایک نگاہ خود اپنے امکانی (بلکہ قریب آمدہ) مستقبل پر بھی ڈال لینی چاہیے۔ درختِ الحاد کا جو تھنا سوشلزم کے نام سے برتر سمجھا جاتا تھا وہ تو ٹوٹ گرا۔ اب دوسرا تھنا سرمایہ داری کا بھی جلد ٹوٹنے والا ہے، کیونکہ اب الحاد اور مادہ پرستی کے خلاف جو بیزاری اور انحراف (REVOLT) شروع ہوا وہ بقیہ درخت

پر بجلی بن کر گرنے والا ہے"۔

——— "اس تمہید کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اب جس خلیجی صورتِ حالات میں امریکہ گھرا ہوا ہے اس میں محتاط ترین رویہ رکھ کر بھی اگر امریکہ جنگ کا باعث بنا تو اس علاقے پر تو جو کچھ بیتے گی، وہ تو رہی الگ بات، لیکن عراق پر فتح پانے کے بعد بھی امریکہ کی عالمی حیثیت کا محل دھڑام سے گر جائے گا"...... "بہر حال امریکہ اگر چپ چاپ واپس جائے تو بھی موت، اور لڑائی لڑے تو بھی موت!"

——— "یہ ایک ڈرامہ ہے جس کا مقصد سعودی عرب کا بچاؤ یا کویت کی بحالی نہیں، بلکہ مقاصد دوسرے ہیں"...... "اس اقدام کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ اسرائیل کو مدد دی جائے"...... "پھر صدام پر حملہ کر کے اس کی قوت کا خاتمہ کر دیا جائے تا کہ اسرائیل کے لیے کوئی خطرہ عرصے تک نہ رہے"...... "ٹھیک ہے کہ صدام نے کویت کے خلاف جارحیت کر کے ایک ظلم کیا ہے، اور ہم چاہتے ہیں کہ اس کا ازالہ ہو، مگر دوسری طرف صدام کے خاتمے کے نام پر عراق اور عرب کی قوت کا جو خاتمہ مطلوب ہے، اسے ہم ایک نیا اور بڑا ظلم سمجھتے ہیں"۔

(روزنامہ پاکستان لاہور۔ ۱۵ رجنوری ۱۹۹۱ء)

اگر بہ نگاہِ حقیقت دیکھا جائے تو بظاہر یہ مسلمانوں کے خلاف ۲۸ مغربی طاقتوں کی استعماری جنگ ہے۔ وہ ہم کو ایک بار پھر غلام بنانا چاہتے ہیں۔ اس کے ساتھ کلچرل برتری اور ٹیکنالوجیکل ترقی کا زعم شامل ہے۔ اور اس کے پیچھے پرانی صلیبی ذہنیت بھی کام کر رہی ہے جو الحاد کی صلیب پر لٹک کر بھی مری نہیں، بلکہ جب مسلمانوں کے خلاف کوئی اقدام ہوتا ہے تو گرجوں کے مورچوں سے پادری بھی اپنی توپوں کے دہانے کھول دیتے ہیں اور متعصبانہ مسلم دشمنی کی ہیروئن فوجوں کے مورچوں تک پہنچاتے ہیں۔

یہ جنگ صلیبی جنگ بھی ہے اور اسے "صلیبی صہیونی" جنگ بھی کہا جا سکتا ہے، کیونکہ دونوں طاقتیں اس میں گھل مل گئی ہیں۔

اس صلیبی جنگ کا محاذ ایک طرف پچھلے ڈیڑھ ہزار سال تک پھیلا ہوا ہے اور دوسری طرف آنے والے زمانوں میں قیامت تک — یا اس وقت تک کہ ان اژدہاؤں کے سر کچلنے کے لیے قدرت اپنی قوتوں کو مامور نہ کر دے۔

ایسے معرکے کے چیلنج کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے بعض مسلمان لیڈروں اور عوام کا ہجومی سیاست (MOB'S POLITICS) کے ہیجانی طریقوں کو اختیار کر کے شور شرابے میں مست ہو جانا کہ یہ ہماری اصل قوت ہے اور اس سے تاریخ کا رخ بدل سکتا ہے، بہت کمزور طرزِ عمل ہے۔ جتنا جلد ممکن ہو ہمیں اس لت سے چھٹکارا پا لینا چاہیے۔

ہمارا مداوا صرف جہاد ہے جو ایمان، تقویٰ، خودی، عشق، حکمت اور صبر کے عناصر سے مرکب ہوتا ہے۔ جہاد زورِ ایمان و عشق سے ہوتا ہے اور تقویٰ اور خودی اس کے ہتھیار ہوتے ہیں اور اس کا نقشۂ جنگ صبر کے زیرِ زمین وارڈ روم میں حکمت و تدبر سے بنایا جاتا ہے اور مرحلہ بہ مرحلہ اس میں ترمیم کی جاتی ہے۔ یہ کام ایسا نہیں کہ سڑکوں پر نعرہ بازی سے ہو جائے۔ اور جھاگ اڑاتے اور مکہ لہرانے والے مقرروں کی تقریروں سے مورچے فتح ہو جائیں۔

ہمارا لائحۂ عمل یہ ہونا چاہیے:۔

۱۔ چند ایک پُرسکون سنجیدہ جلسے، منظم جلوس اور باوقار مظاہرے ملک اور دنیا کی تاریخ میں ریکارڈ ہو جانے چاہئیں کہ ہماری قوم کا دکھ درد کیا ہے۔

۲۔ ان جلسوں، جلوسوں اور مظاہروں میں اپنے ہی قومی املاک کی توڑ پھوڑ اور دوسرے انسانوں کو دکھ دینے والی ہڑبونگ نہیں چاہیے۔

۳۔ اشد ضروری یہ ہے کہ ہر مسئلے اور قضیئے کو جذباتی رنگ دے کر جو لوگ اپنی حکومت

کے خلاف محاذ آرائی کرتے ہیں، وہ اسلام یا مُلک کے حقیقی خادم نہیں ہوتے، بلکہ مفاد کا کھیل کھیلتے ہیں۔

۴ — اس وقت صدام یا کویت یا سعودی عرب کو اصل موضوع بنا کر (اور کسی کی حمایت اور کسی کی مخالفت کر کے) خود اپنی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے بجائے، سارا زور اس پر صرف کیا جائے کہ امریکہ اور اس کے اتحادی پہلے تو عراق کی زمین کے بخیے ادھیڑنے اور اس کی بے گناہ آبادی کو تباہ کرنے کا سلسلہ ختم کریں (کیونکہ اس تباہ کاری کا مقصد اسرائیل کو مضبوط کرنے کے سوا کچھ نہیں) اور بعد ازاں یہ وہ یہاں سے چپ چاپ رخصت ہو جائیں۔

۵ — امریکہ اور اس کے اتحادی سرزمینِ عرب کو اپنے قدموں سے ناپاک نہ کریں جس کا حقیقی احترام ہمارے دلوں میں ان کے اُس نمائشی جذبے سے زیادہ ہے جو وہ ویٹیکن کے لیے رکھتے ہیں۔ نیز اس سرزمین کے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پورا ہونا چاہیے کہ یہود و نصاریٰ اس سے باہر رہیں۔

٦ — کویت کو جارحیت کا نشانہ بنانے کے حادثے کو ہم قبول نہیں کر سکتے، کیونکہ اس سے ہم ایسی اُصولی پوزیشن اختیار کر لیتے ہیں جو خطرناک ہے۔

۷ — اسرائیلی حکومت کا وجود چونکہ برطانیہ کے اعلان بالفور کے نتیجے میں اس ظلم پر قائم ہے کہ عربوں کی سرزمین اس کا وطن قرار پاتی ہے، اور جب تک ظلم کا یہ میزائیل عربوں کے سینے میں گڑا ہوا ہے اس وقت تک مال اور اسلحہ اور جانوں کی تباہی اور عالمی امن کے نقصان سے بچا نہیں جا سکتا ہے، لہٰذا اس ظلمِ عظیم کا ازالہ دو مرحلوں میں ہونا چاہیے۔

۸ الف — اوّلاً یہ کہ بیت المقدس اور اس کے متعلقہ علاقے اور مصر، شام اور اردن کے وہ قطعات جو جنگی کارروائیوں میں اسرائیلیوں نے سلب کیے تھے وہ سب واپس کر دیے جائیں۔

ب — دوسرے مرحلے کے لیے ۵ تا ۱۰ سال کی ایسی مدت مقرر کی جا سکتی ہے جس میں فلسطین پر ناجائز طور پر قابض یہودی اپنے پیارے انکل امریکہ کی وسیع سرزمین پر چلے جائیں جہاں ابھی قوموں کی قوموں کے رہنے بسنے کی گنجائش موجود ہے۔

۸۔ ان مطالبات کے ساتھ ہمیں یہ بھی طے کرنا چاہیے کہ اپنے انتہائی غریبانہ حالات کو سنوارنے اور سرحدوں سے جھانکنے والے دشمنوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ہم اپنے وقت کا ایک ایک لمحہ سڑکوں پر گزارنے کے بجائے، کارخانوں، دکانوں تعلیم گاہوں اور دفتروں میں گزاریں۔

۹۔ ہمیں اصولاً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہجومی اور ہیجانی سیاست کی چاٹ ہمیں پہلے بھٹو صاحب نے اور پھر ان کی بیٹی نے لگائی۔ بڑی مشکل کے بعد ایک ایسی حکومت آئی ہے جو لوگوں کے جذبات کو اُچھال اُچھال کر ان کو نعروں میں سرمست رکھنے کے بجائے پُرسکون اور سنجیدہ و متوازن طریقوں سے کام کرنے والی ہے۔

اس مرحلے پر اس حکومت کے خلاف ہجومی سیاست (MOB'S POLITICS) کو استعمال کر کے اسے متزلزل کرنا ہمارے ہاں انتشار و عدمِ استحکام کو فروغ دے گا۔ اور باہر کھڑے اور اندر گھسے ہوئے دشمنوں کی زد میں ہوتے ہوئے یہ حالت ہمارے لیے مہلک ہے۔

ہمارے ہاں اگر سیاسی استحکام اور مالی مضبوطی ہو گی تو ہم اپنے لیے بھی مفید ہوں گے اور خلیجی ممالک کے لیے بھی اور پورے عالمِ اسلام کے لیے بھی۔ بصورتِ دیگر، ہم کسی عالمی مسئلے میں ٹانگ اڑا کر اپنے مسلمان بھائیوں یا انسانیت کا تو کیا بھلا کریں گے، خود اپنے ہی آپ کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔

پس مانیے یا نہ مانیے —— اِن گزارشات پر غور ضرور کر لیجیے۔ مگر غور اس حالت میں کیجیے جب ہیجانی شورا شوری کا نشہ آپ پر مسلّط نہ ہو۔